جس خدا نے دنیاوی ہجرت کے نتیجہ میں اپنے وعدے پورے فرمائے وہ تمہاری روحانی ہجرت کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 راگست 1996ء بمقام مئی مارکیٹ من ہائم ۔ جرمنی)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۟ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾ (التوبہ: 111)

پھر فرمایا:

یہ آیت کریمہ جس کی میں نے تلاوت کی ہے اس میں توبہ کا بھی مضمون ہے اور ہجرت کا بھی اور جہاد فی سبیل اللہ کا بھی۔ ان تین پہلوؤں سے اس کا اطلاق آج دنیا کی ان تمام جماعتوں پہ خصوصیت سے ہو رہا ہے جو اللہ کی خاطر ہجرت اختیار کرنے کے بعد پھر اللہ ہی کی خاطر ایک دوسری ہجرت بھی کر رہی ہیں اور اس دور میں ہیں۔ یہ وہ مضمون ہے جس کا تعلق بدنی ہجرت سے نہیں بلکہ روحانی ہجرت سے ہے اور اس سلسلہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت کریمہ کو جسے میں نے آپ کے سامنے پیش کیا، آیت توبہ بھی سمجھا ہے اور آیت ہجرت بھی اور اس کی

ایک ایسی تشریح فرمائی ہے کہ اس کی کوئی نظیر کہیں آپ کو اسلامی لٹریچر میں نہیں ملے گی مگر یہ تمام تشریح قرآن اور حدیث پر مبنی ہے اس سے باہر نہیں۔ پس آج جماعت جرمنی ہی کے حالات کے پیش نظر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اقتباس کو چنا ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا یہ نصیحت اس آیت کریمہ پر مبنی اور ان احادیث کے مضامین پر مبنی ہے جن کا تعلق ہجرت سے ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ہجرت کا جو مضمون بیان فرمایا ہے اس پر میں تفصیلی روشنی پہلے ڈال چکا ہوں اور وہ حدیث جس کا ہجرت سے تعلق ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص جب ہجرت کرتا ہے تو اس کی ہجرت بدنی ہوتی ہے اور ایک نیت اور روح کی ہجرت ہوتی ہے۔ جو بدنی ہجرت ہے وہ خواہ کوئی بھی رخ اختیار کرے اللہ کے ہاں وہی ہجرت مقبول ہوتی ہے اور وہی ہجرت کا رخ معین ہوتا ہے جو نیت کا رخ ہو جس طرف نیت نے ہجرت کی ہو۔ اس تعلق میں آنحضرت ﷺ نے اور بھی نصائح فرمائیں۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اور یہ مسلم کتاب **البر و الصلة** سے حدیث لی گئی ہے۔ حضرت ابوھریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتا اور نہ تمہاری صورتوں کو کہ خوب صورت ہو یا بد ہو بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے کہ ان میں کتنا خلوص اور حسن نیت ہے۔ (مسلم کتاب البر والصلة والأدب باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه و عرضه و ماله)

پس ہر وہ عمل جو مومن سے صادر ہوتا ہے اس کا مرکزی نقطہ اس کا دل اور اس کی نیت ہے اور اللہ تعالیٰ بدنوں اور جسمانی حسن یا بدزیبی سے قطع نظر دل کے اس حسن پر نظر ڈالتا ہے جس کا نیت سے تعلق ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون پر جو نصیحت فرمائی ہے وہ میں اب آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ میرے تمام خطبے کا مضمون اور اس افتتاحی خطاب کا جو جرمنی کے اس سالانہ اجتماع کے موقع پر دے رہا ہوں اور یہاں خطبہ اور افتتاح دونوں اکٹھے ہو گئے ہیں اسی اقتباس سے ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقتباس میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ میرے ذہن میں پہلے بھی اسی قسم کا مضمون تھا لیکن جب تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اقتباس سامنے نہ آیا اس کے تمام پہلو ذہن پر روشن نہیں ہو سکے تھے۔ اب جب اقتباس کا جو میں آپ کے سامنے رکھوں گا گہری نظر سے مطالعہ کیا تو میں حیران و ششدر رہ گیا کہ ہجرت اور توبہ کے

مضمون پر کبھی اسلامی لٹریچر میں اس سے زیادہ مفصل سیر حاصل اور گہری گفتگو نہیں فرمائی گئی یا قلم نہیں اٹھایا گیا جیسے حضرت مسیح موعودؑ نے یہ قلم اٹھایا ہے۔

وہ آیت کریمہ جس کی میں نے تلاوت کی تھی اس کا بنیادی تعلق بیعت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں بھی خرید لی ہیں وَاَمْوَالَهُمْ اور ان کے اموال بھی خرید لئے ہیں اور یہ سودا اس بات پر ہے کہ ان کو جنت عطا کی جائے گی۔ اب یہ جانوں اور اموال کا سودا کیا چیز ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے حقیقی توبہ قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں توبہ کا اصل مضمون وہی ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے توبہ کے نتیجہ میں جو سچی توبہ ہو انسان اپنا سب کچھ خدا کے حضور پیش کر دیتا ہے اور اس کے بدلے اپنی جان بخشواتا ہے۔ جو اس کے اعمال گزشتہ میں سرزد ہوئے جو کچھ وہ کارروائیاں کرتا رہا جب توبہ کرتا ہے اور خدا سے عہد بیعت کرتا ہے تو گویا اپنا سب کچھ خدا کے حضور پیش کر کے اپنی جان کی بخشش چاہتا ہے اور یہ وہ مضمون ہے جو اس دنیا میں تو ممکن ہے مگر مرنے کے بعد پھر یہ ممکن نہیں ہوگا کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ مرنے کے بعد وہ لوگ جو پکڑے جائیں گے وہ چاہیں گے کہ اپنا سب کچھ خدا کے حضور پیش کر دیں۔ یہاں تک کہ مائیں اپنی بیٹیاں، اپنی اولاد بھی پیش کریں گی لیکن کچھ بھی مقبول نہیں ہوگا کیونکہ وہ وقت گزر چکا ہے۔ پس وہ وقت جو مرنے کے بعد آنا ہے جب ہم سے ہماری ملکیت واپس لے لی جائے گی یا خدا اپنی ملکیت ہم سے واپس لے لے گا اس وقت کوئی توبہ نہیں ہے۔ زمین و آسمان تمام کائنات کا سب کچھ بھی دے کر ہم اپنی جانوں کو چھڑا نہیں سکیں گے۔ آج اس دنیا میں، اس زندگی میں یہ وقت ہے کہ ہم ایسا کریں اور اس کے متعلق خدا تعالیٰ کا قطعی وعدہ ہے فرماتا ہے تم یہ کرو اور تمہاری توبہ قبول کرنا تمہیں بخشنا میرا ذمہ ہے۔ یہ قطعیت کے ساتھ وعدہ اس آیت میں دیا گیا ہے۔ اس سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

> ”بیعت میں جاننا چاہئے کہ کیا فائدہ ہے اور کیوں اس کی ضرورت ہے؟ جب تک کسی شئے کا فائدہ اور قیمت معلوم نہ ہو۔ تو اس کی قدر آنکھوں کے اندر نہیں سماتی۔۔۔“

فرمایا تم بیعت تو کرتے ہو اور قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ اسی بیعت کی طرف بلا رہی ہے

جو حقیقی اور اصلی اور آخری بیعت ہے لیکن اگر تمہیں اس کی قدر و قیمت معلوم نہ ہو تو تمہاری یہ بیعت تمہیں فائدہ نہیں دے گی اور اس بیعت کی تم حفاظت نہیں کر سکتے۔ فرماتے ہیں جس چیز کی قدر و قیمت معلوم ہو انسان اسی نسبت سے اس کی حفاظت کرتا ہے پس بیعت کی قدر و قیمت معلوم ہونی چاہئے۔ فرماتے ہیں آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''جیسے گھر میں انسان کے کئی قسم کے مال و اسباب ہوتے ہیں مثلاً روپیہ، پیسہ، کوڑی، لکڑی وغیرہ تو جس قسم کی جو شئے ہے اسی درجے کی اس کی حفاظت کی جاوے گی۔ ایک کوڑی کی حفاظت کے لئے وہ سامان نہ کرے گا جو پیسہ اور روپیہ کے لئے اسے کرنا پڑے گا اور لکڑی وغیرہ کو تو یونہی ایک کونہ میں ڈال دے گا۔ علیٰ ھذا القیاس جس کے تلف ہونے سے اس کا زیادہ نقصان ہے اس کی زیادہ حفاظت کرے گا۔۔۔''

پس تم معلوم کرو کہ تمہاری جتنی بھی قیمتی اشیاء ہیں جو سب سے زیادہ تمہیں عزیز ہیں ان میں سب سے بیش قیمت سب سے بالا قیمت وہ کیا چیز ہے۔ فرمایا وہ عہد بیعت ہی ہے پس اگر تمہیں معلوم ہو کہ اس کی قدر و قیمت کیا ہے تو تم اس کی سب سے زیادہ حفاظت کرو گے اور قدر و قیمت کے نہ معلوم ہونے کے نتیجے میں انسان اپنے عہد بیعت کی سب سے کم حفاظت کرتا ہے اور بسا اوقات انسانوں کی اکثریت ایسی ہے جو بیعت کرنے کے باوجود اس کی حفاظت پر نگاہ ہی نہیں رکھتے اور بنیادی مرکزی وجہ جو انسانی فطرت پہ گویا مرتسم ہے، لکھی ہوئی ہے وہ اس کی قدر و قیمت کا نہ جاننا یا اس کی قدر و قیمت کے احساس کی کمی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ''۔۔۔اسی طرح بیعت میں عظیم الشان بات توبہ ہے جس کے معنی رجوع کے ہیں توبہ اس حالت کا نام ہے کہ انسان اپنے معاصی سے جن سے اس کے تعلقات بڑھے ہوئے ہیں اور اس نے اپنا وطن انہیں مقرر کر لیا ہوا ہے گویا کہ گناہ میں اس نے بود و باش مقرر کر لی ہوئی ہے (تو توبہ کے معنے یہ ہیں کہ) اس وطن کو چھوڑنا اور رجوع کے معنے پاکیزگی کو اختیار کرنا۔۔۔''

پس ایک انسان ظاہری طور پر بھی اپنے وطن کو چھوڑتا ہے۔ فرمایا ہے جب تم بیعت کرتے ہو تو

یادرکھوایک وطن کوچھوڑتے ہواوراسی کا حقیقی نام توبہ ہےاوررجوع اس وطن کوچھوڑ کر دوسرے وطن کی طرف ہجرت کا نام ہے۔پس چونکہ جماعت جرمنی دنیا کی سب ہجرت کرنے والی جماعتوں سے تعداد میں زیادہ ہےاوراللہ تعالیٰ کے فضل سے ان میں ہجرت کی پاک علامتیں بھی ظاہر ہورہی ہیں اس لئے آپ کے اس اجتماع کے لئے اوراس خطبہ کے لئے بھی میں نے اسی مضمون کواختیار کیا ہے۔فرماتے ہیں:

’’۔۔۔اب وطن کو چھوڑنا بڑا گراں گزرتا ہے اور ہزاروں تکلیفیں ہوتی ہیں۔ایک گھر جب انسان چھوڑتا ہےتو کس قدر اُسے تکلیف ہوتی ہےاور وطن کوچھوڑنے میں تو اُس کوسب یاردوستوں سے قطع تعلق کرنا پڑتا ہے۔۔۔‘‘

اب دیکھیں آپ میں سے کتنے ہیں جن کے عزیز پیارے رشتہ دار سال ہاسال سے ان سے جدا ہیں،بعضوں کی مائیں وفات پاگئیں۔ان کی جدائی میں،بعضوں کے باپ فوت ہوگئےتو ہجرت کا جوظاہری مضمون ہےاس کوآپ سے زیادہ اورکون بہتر جانتا ہے۔بہت بڑی بڑی تکلیفیں جذباتی تکلیفیں ایسی کہ بعض خاندان مجھے ملتے ہیں تو بتاتے ہیں کہ آٹھ سال ہوگئے ہیں نہ ماں باپ کا منہ دیکھ سکے،نہ بیوی بچوں کا اور یہ کہتے کہتے ان کی آنکھیں بھراجاتی ہیں،بہت لمبا تکلیف کازمانہ ہے جو انہوں نے دیکھا ہے۔پس حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس ظاہری ہجرت کے حوالے سے آپ کوروحانی ہجرت کے راز سکھارہے ہیں:

’’۔۔۔ایک گھر جب انسان چھوڑتا ہےتو کس قدر اسے تکلیف ہوتی ہےاوروطن کوچھوڑنے میں تو اُس کوسب یاردوستوں سے قطع تعلق کرنا پڑتا ہے اورسب چیزوں کومثل چارپائی،فرش وہمسائے،وہ گلیاں کوچے،بازارسب چھوڑ چھاڑ کرایک نئے ملک میں جانا پڑتا ہے۔۔۔‘‘

دیکھیں کتنی تفصیل سے آپ نے ہجرت کے مضمون پر روشنی ڈالی ہے۔گلیاں،کوچے،چارپائیاں تک بیان فرمادیں اورامرواقعہ یہ ہے کہ وہ جن کوہجرت کا تجربہ ہے وہ جانتے ہیں کہ گھر کی چارپائیاں خواہ کیسی بوسیدہ ہی کیوں نہ ہوں وہ گلیاں بازار خواہ کیسے ہی غریبانہ کیوں نہ ہوں جن میں ان کا بچپن کھیلتے ہوئے گزراوہ پیاری رہتی ہیں اور ہمیشہ پیاری رہتی ہیں،کبھی بھول نہیں سکتے۔یہ وہ تعلقات ہیں جن کا ذکر حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہوئے پھرآپ کارخ روحانی ہجرت کی طرف موڑیں گے۔

’’۔۔۔یعنی اس سابقہ وطن میں کبھی نہیں آتا۔۔۔‘‘

فرمایا یہ وہ مضمون ہے۔ پھر جب اس کو چھوڑتا ہے تو اس سابقہ وطن میں پھر کبھی نہیں آتا۔ یہ جو دوسرا پہلو ہے یہ صرف روحانی پہلو ہے۔ دنیا کے وطن میں تو یہ امید لگی رہتی ہے کہ ہم کبھی کسی دن ملکی قوانین اجازت دیں گے یا اقتصادی حالات اجازت دیں گے تو پھر اپنے وطن میں جائیں گے، ان گلیوں میں گھوم پھر کر دیکھیں گے، ان گھروں میں جائیں گے جہاں ہم رہا کرتے تھے لیکن روحانی ہجرت کا اور اس میں ایک فرق ہے۔ روحانی ہجرت اور دنیاوی ہجرت کا فرق زندگی اور موت کا فرق ہے۔ موت کے وقت جو ہجرت ہوتی ہے اس سے واپسی نہیں ہوا کرتی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ سمجھا رہے ہیں کہ جب تم روحانی ہجرت کرتے ہو تو وہ موت ہی کی طرح ہے اور اس ہجرت میں پھر کبھی واپسی ممکن نہیں ہے۔ یہ ہجرت کرو گے تو تمہاری توبہ، توبہ سمجھی جائے گی۔ یہ ہجرت کرو گے تو توبہ قبول ہوگی جس کی قبولیت پر تمہاری آئندہ زندگی کا دارومدار ہے۔ فرماتے ہیں:

’’۔۔۔جو توبہ کرتا ہے اسے بڑا حرج اٹھانا پڑتا ہے اور سچی توبہ کے وقت بڑے بڑے حرج اس کے سامنے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے وہ جب تک اس کل کا نعم البدل عطا نہ فرما دے نہیں مارتا۔۔۔‘‘

کتنا عظیم الشان کلام ہے، کتنا گہرا عارفانہ کلام ہے۔ فرماتے ہیں تم نے خدا کی خاطر سب کچھ چھوڑ دیا لیکن یاد رکھو ہجرت کے ساتھ ایک وسعت کا بھی وعدہ ہے اور وہ وسعت ہم نے دنیا کی ہجرتوں میں دیکھی ہے۔ ہم جانتے ہیں، آپ سب جانتے ہیں کہ جب خدا کی خاطر کچھ چھوڑ کر وطن سے نکلے تو اللہ نے اس سے بہت بہتر اس سے زیادہ دیا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں وہ توبہ جس کا میں ذکر کر رہا ہوں، (یعنی) مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، جو اس زندگی میں تم کرتے ہو اور اپنے گناہوں کے وطن کو چھوڑ کر خدا کی طرف ہجرت کرتے ہو یہ سچی توبہ تب ہوگی جب دوبارہ پھر اس پرانے وطن کی طرف جانے کا خیال دل سے نکال دو گے جسے چھوڑ کر خدا کی خاطر تم ایک نئی روحانی دنیا میں آئے ہو تو خدا تمہیں نہیں مارے گا جب تک ہر تکلیف کی جزا نہ دے دے گا۔ جو کچھ تم نے چھوڑا ہے جب تک اس سے بہتر تمہیں عطا نہ کر دے گا تم پر موت وارد نہیں ہوگی۔ یہ ایک حیرت انگیز مضمون ہے جو اس سے پہلے آپ نے کبھی کہیں نہیں سنا ہوگا کہ خدا تعالیٰ سچی توبہ کرنے

والے کو صرف آخرت کا وعدہ نہیں کرتا اس دنیا میں بھی وعدہ پورا فرما دیتا ہے اور سچی توبہ کی قبولیت کی نشانی یہ ہے کہ اس دنیا میں جن جن لذّتوں سے اس نے روگردانی کی ہوتی ہے جن چیزوں کو خدا کی خاطر چھوڑ دیتا ہے اس سے بہتر لذّتیں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرماتا ہے اس سے بہتر تسکین کی چیزیں اس دنیا میں اس کو عطا کرتا ہے اور یہ روحانی لذّتیں جو جزا کے طور پر آتی ہیں یہ دائمی ہوتی ہیں۔ یہی وہ جنت ہے جس کو وہ سمیٹ کر اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور اگلی دنیا میں اس سے بڑھ چڑھ کر اسی جنت کو پاتا ہے۔ پس فرماتے ہیں:

> ''۔۔۔وہ جب تک اس کل کا نعم البدل عطا نہ فرما دے نہیں مارتا، اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (البقرہ:223) میں یہی اشارہ ہے'' (اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے) یہی اشارہ ہے کہ وہ توبہ کر کے غریب بے کس ہو جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس سے محبت اور پیار کرتا ہے اور اسے نیکوں کی جماعت میں داخل کرتا ہے۔ دوسری قومیں خدا کو رحیم کریم خیال نہیں کرتیں (یعنی یہ جو مضمون ہے خدا رحیم و کریم ہے یہ حقیقی طور پر مسلمانوں پر ہی روشن ہوا) عیسائیوں نے خدا کو تو ظالم جانا اور بیٹے کو رحیم کہ باپ تو گناہ نہ بخشے اور بیٹا جان دے کر بخشوائے۔۔۔''

فرماتے ہیں عیسائیوں کے مذہب میں بھی ایک رحیم و کریم کا تصور ہے مگر خدا کو رحیم نہیں جانتے بیٹے کو رحیم جانتے ہیں۔ باپ تو بغیر سزا دیئے بخشے نہ اور بیٹا اپنی جان دے کر بخشوائے۔ فرمایا دیکھو کون زیادہ رحیم و کریم ہوا؟ باپ کہ بیٹا؟۔ والد مولود میں مناسبت اخلاق عادات کی ہوا کرتی ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''۔۔۔بڑی بے قوفی ہے کہ باپ بیٹے میں اتنا فرق ہو والد مولود میں مناسبت اخلاق، عادات کی ہوا کرتی ہے مگر یہاں تو بالکل ندارد۔ اگر اللہ رحیم نہ ہوتا تو انسان کا ایک دم گزارہ نہ ہوتا۔ جس نے انسان کے عمل سے پیشتر ہزاروں اشیاء اس کے لئے مفید بنائیں تو کیا یہ گمان ہوسکتا ہے کہ توبہ اور عمل کو قبول نہ کرے۔۔۔''

پھر فرماتے ہیں توبہ کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے گناہ کی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے۔ فرماتے ہیں:

”۔۔۔گناہ کی یہ حقیقت نہیں ہے کہ اللہ گناہ کو پیدا کرے اور پھر ہزاروں برس کے بعد گناہ کی معافی سوجھے جیسے مکھی کے دو پر ہیں ایک میں شفا اور دوسرے میں زہر۔۔۔“

فرمایا اللہ تعالیٰ کے متعلق اس قسم کا جاہلانہ تصور نہ باندھو کہ گویا خدا تعالیٰ نے گناہ پیدا کر کے تمہیں پہلے ملوث کر دیا اور پھر ہزاروں سال کے بعد خیال آیا او ہو یہ تو غلطی ہوگئی چلو اب ان کی معافی کا بھی کوئی سامان کیا جائے۔ فرمایا یہ تو مکھی کے پروں کا کھیل ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ مکھی کے دائیں پر میں شفا ہے اور بائیں پر میں بیماری ہے۔ جب وہ دودھ پر بیٹھتی ہے تو بایاں پر یعنی بیماری کا پر جھکا دیتی ہے اور دودھ گندا ہو جاتا ہے۔ اگر اسے ڈبو دیں اور دایاں پر بھی ڈوب جائے تو اسی پر میں اس بیماری والے پر کے خلاف شفا کی طاقت ہوتی ہے اور وہ اس کا دایاں پر اس کی شفا کا موجب بن جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اپنے خدا کو وہ مکھی تو نہ سمجھو جس کے دو پر ہیں ایک پر میں بیماری یعنی گناہ اور دوسرے میں شفا، پہلے وہ عادتاً گویا اپنا دایاں پر ہی دودھ میں ڈالے گا تو تمہاری زندگی کو بائیں پر کے جھکنے سے گندا کر دے گا اور جب تم گناہ میں ملوث ہو جاؤ گے تو پھر اگر اس مکھی کو خیال آ گیا تو آ گیا ورنہ کوئی اور اسے غوطہ دے دے تو اس کا بایاں پر بھی اندر ڈوب جائے گا۔ فرمایا یہ تو جاہلانہ تصور ہے اس کو خدا کی طرف منسوب نہ کرو۔ فرماتے ہیں:

”۔۔۔اسی طرح انسان کے دو پر ہیں ایک معاصی کا دوسرا خجالت، توبہ، پریشانی کا۔ یہ ایک قاعدہ کی بات ہے جیسے ایک شخص جب غلام کو سخت مارتا ہے تو پھر اس کے بعد پچھتاتا ہے گویا کہ دونوں پر اکٹھے حرکت کرتے ہیں۔۔۔“

یہ جو مضمون ہے اس کا پہلے مضمون سے تعلق ہے مگر اب انسان کے حوالے سے پیش کیا جارہا ہے۔ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کو تو نعوذ باللہ من ذالک مکھی کی طرح سمجھنا اس کی گستاخی ہے لیکن انسان میں اس کی فطرت میں یہ بات ضرور داخل ہے کہ اس میں یہ دونوں رجحانات پائے جاتے ہیں وہ غلطی بھی کرتا ہے اور بائیں پر کو پہلے جھکاتا ہے اور پھر معاً توبہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور دائیں پر کو جھکاتا ہے۔ پس یہ جو تمثیل ہے یہ خدا پر نہیں، بندوں پر عائد ہوتی ہے اور اگر بندوں میں یہ صفت موجود ہے کہ گناہ کر کے، غلطی کر کے پشیمان ہوتے ہیں اور پھر خود اپنی غلطیوں کے ازالے کی کوشش

کرتے ہیں تو اگر خدا تعالیٰ کو تم اس سے بھی عاری سمجھو تو خدا تعالیٰ کی مثال تو بدتر ہوگی یعنی ایسا خدا ہے جو گناہوں کی بخشش کے لئے کوئی طاقت ہی اپنے اندر نہیں رکھتا، صلاحیت ہی نہیں پاتا۔ انسان تو گناہ کے ساتھ پشیمانی کے ذریعے گناہ کے ازالہ کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں لیکن خدا ایسا ہے کہ **نعوذ باللہ من ذالک** جس میں یہ صفت بھی نہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تریاق کے ساتھ زہر بنایا کیوں؟۔ اگر یہ بات درست ہے اور روزمرّہ کے تجربے میں آتی ہے کہ جہاں زہر ہیں، جہاں گندگی ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے شفا کا نظام بھی جاری فرمایا ہے۔ اس سے ایک چیز جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اخذ فرمائی اور جس کی طرف ہمیں متوجہ فرمایا وہ سمجھنے والا نکتہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے بندوں میں جہاں کمزوری کا مادہ رکھ دیا ہے کہ اگر چاہیں تو کمزوری اختیار کریں وہاں ہر کمزوری کے لئے نجات کی راہ بھی خود ہی خدا نے کھولی ہے اور ہر زہر جو پیدا فرمایا ہے اس کا ایک تریاق بھی پیدا فرما دیا ہے۔

پس اس پہلو سے اللہ تعالیٰ کو مغفرت سے عاری سمجھنا اس کی کائنات کی سکیم کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے جس نہج پر، جس فلسفے پر اس تمام کائنات کی تخلیق کی ہے اس پر غور کرو تو تمہیں سمجھ آجائے گی کہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں گناہ کا اختیار تو دیا ہو لیکن گناہ سے بچنے کے سامان پیدا نہ کئے ہوں اور گناہ کرنے کے باوجود ان گناہوں کے بداثرات کو دھونے کے سامان نہ کئے ہوں۔ یہ وہ مضمون ہے جو چل رہا ہے، ٹھہر ٹھہر کر آپ کو سمجھانا پڑتا ہے کیونکہ بہت سے یہاں ایسے ہیں جن کو دینی امور کا زیادہ علم نہیں اور ذہنی اور تعلیمی لحاظ سے بھی ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو بار بار بات سمجھانے کے محتاج ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات چونکہ بہت ہی گہری اور عارفانہ ہیں اس لئے عام تعلیم یافتہ آدمی کو بھی سمجھانے کے لئے انہیں ٹھہر ٹھہر کر دہرانا پڑتا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''۔۔۔ اب سوال یہ ہے کہ زہر کیوں بنایا گیا؟ (اللہ تعالیٰ نے آخر زہر بنایا ہی کیوں تھا اگر تریاق بنا کر اس کو شفا دینی تھی) تو جواب یہ ہے کہ گو یہ زہر ہے مگر کُشتہ کرنے سے حکم اکسیر کا رکھتا ہے۔۔۔''

اب یہ بھی ایک عظیم نکتہ ہے اور حیرت انگیز ہے اس لحاظ سے، میرے لئے تو دوہرے معنوں میں حیرت انگیز ہے کیونکہ ہومیوپیتھی کا تو بنیادی فلسفہ ہی یہی ہے کہ ہر زہر اگر کُشتہ کر دیا جائے یعنی

اس کا زہریلا مادہ ختم کر دیا جائے اور خفیف کر دیا جائے تو اسی زہر میں شفا ہو جاتی ہے۔ تو فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی تخلیق کائنات کے فلسفے پر غور کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ کوئی زہر بھی ایسا نہیں جو اپنی ذات میں شفا کا مادہ نہ رکھتا ہو مگر اس میں شفا کا مادہ تب پیدا ہوتا ہے اگر اسے کچل کر خاکستر کر دیا جائے اور یہ صفت بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر رکھی ہے کہ اپنے گناہوں سے وہ نیکی پالے، اپنی بدیوں میں سے نجات تلاش کر لے لیکن شرط یہ ہے کہ جیسے حکیم زہر کا کچلہ بناتا ہے اور اس کے زہریلے مادے کو بے اثر کر دیتا ہے تب اس میں شفا کا ایک مادہ پھوٹتا ہے۔ اسی طرح انسان کے اندر جو گناہ کے میلانات ہیں یہ محض ہلاکت کے لئے نہیں بلکہ انہی میلانات پر اگر انسان قابو پالے، ان کے خلاف ایک جہاد کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہو تو حیران ہو جائے گا کہ انہی گناہوں میں دراصل اس کی نجات پنہاں تھی، اس کی نجات چھپی ہوئی تھی۔ فرماتے ہیں:

”۔۔۔ اگر گناہ نہ ہوتا تو رعونت کا زہر انسان میں بڑھ جاتا اور وہ ہلاک ہو جاتا۔۔۔“

ایک اور لطیف پہلو یہ ہے کہ گناہ کے نتیجے میں انسان کے اندر ایک انکساری پیدا ہوتی ہے اور اگر گناہ نہ کرتا یعنی تمام انسان اس بات کی طاقت پاتے کہ گناہ نہ کریں تو انسان جیسا کہ خودسر ہے وہ خدا بن بیٹھتا اور گناہ ہی ہے دراصل جو اگر قابو میں رکھا جائے اور اس سے توبہ کی جائے اور اسے کچل کر بالآخر خاک بنا دیا جائے تو گناہ ہی میں انسان کی نجات ہے کیونکہ اس سے انکسار پیدا ہوتا ہے اور اگر گناہ نہ ہو تو رعونت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بھی اس مضمون کو بعض حکایات کی صورت میں پیش فرمایا ہے کہ وہ نیکی جو انسان کے علم میں محض نیکی ہی ہو اور اس کی اپنی کمزوریوں کی طرف اس کی نظر نہ ہو وہی نیکی اس کو ہلاک کرنے کا موجب بن جاتی ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں وہ رعونت اختیار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں پاک ہوں اور باقی سب بد ہیں اور گویا ایک قسم کی خدائی کا دعویدار بن بیٹھتا ہے۔ فرماتے ہیں:

”۔۔۔ کِبر اور عُجب کی آفت سے گناہ انسان کو بچائے رکھتا ہے (کِبر اور عُجب۔ کِبر کا مطلب ہے اپنی بڑائی، عُجب پسند کو کہتے ہیں اور پسند کے نتیجہ میں ایک فخر کا اظہار اس کو عُجب کہتے ہیں) جب نبی معصوم ستر بار استغفار

کرے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے۔۔۔‘‘ (ملفوظات جلد اول صفحہ: 3،2)

فرمایا یہ بھی یاد رکھو کہ جن کو تم معصوم جانتے ہو اور واقعۃً معصوم بھی ہوتے ہیں ان کے اندر کبر اس لئے پیدا نہیں ہوتا کہ وہ اپنی باریک در باریک غلطیوں پر نظر رکھتے ہیں اور ہلکے سے داغ کو بھی گناہ سمجھتے ہیں۔ وہ بشری کمزوریاں جو ان سے سرزد ہوتی ہیں وہ بھی ان کو تمہارے گناہ کبائر کی طرح دکھائی دیتی ہیں۔ پس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر نبی ستر بار استغفار کرتا ہے تو اپنا حال سوچو کہ تمہیں کیا کرنا چاہئے۔ تمہاری تو ساری زندگی استغفار میں ڈھل جانی چاہئے اور وہ استغفار ایک فرضی استغفار نہیں ہے بلکہ عارفانہ استغفار ہے اور اس پہلو پر میں پہلے بھی آپ کو متوجہ کر چکا ہوں۔ انبیاءؑ کے متعلق یہ خیال غلط اور جھوٹا ہے کہ وہ تصنع سے استغفار کرتے ہیں، جانتے ہیں کہ وہ معصوم ہیں اور پھر بھی استغفار کرتے ہیں۔ انبیاءؑ کا کوئی زندگی کا ایک لمحہ بھی جھوٹا نہیں ہوا کرتا، ان کی ہر حالت سچی ہوتی ہے۔ پس انبیاءؑ جب اپنے حال پر نظر کرتے ہیں تو جس بلندی سے وہ اپنے حال کو دیکھتے ہیں انہیں اپنے حال کی ہر پستی اور ہر گہرائی جو بشریت کی پستی اور بشریت کی گہرائی ہوا کرتی ہے وہ دکھائی دیتی ہے اور وہ اپنے آپ کو گناہگار سمجھتے ہیں۔ بسا اوقات جو نیکیاں کرنا چاہتے ہیں جتنی چاہتے ہیں، ہمیں تو علم نہیں کہ وہ کتنی چاہتے ہیں، مگر اتنی زیادہ چاہتے ہیں کہ ان کے بس میں نہیں ہوتی۔ اگر ان کا دل چاہے جیسا کہ دل چاہتا ہے تو آناً فاناً ساری دنیا کو سچا مسلمان بنادیں اس کے لئے تڑپتے ہیں، بے قرار ہوتے ہیں اور وہ مواقع جو ان کے ہاتھ سے جاتے رہے ان پر نظر ڈالتے ہیں گویا کہ ہر کام جو نیکی کا کام ہے جس کو کرنے سے وہ عاجز آگئے وہ اپنی فہرست میں گناہوں میں داخل سمجھتے ہیں۔

پس انبیاءؑ کا ستر بار استغفار ایک بہت گہرا اور بہت اعلیٰ مضمون ہے۔ بلند مضمون بھی ہے اور گہرا مضمون بھی ہے۔ اس کو سمجھانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ رنگ اختیار فرمایا۔ پہلے کہا کہ گناہ نہ ہوتا تو انسان متکبر ہو جاتا۔ پھر فرمایا کہ نبی تو معصوم ہوتا ہے اس کے متعلق غور کرو کہ وہ اس لئے معصوم ہے کہ متکبر نہیں ہوتا اور اس کا انکسار، اس کا اپنی کمزوریوں پر نگاہ رکھنا جب اس کو ستر بار تک استغفار پر آمادہ کرتا ہے تو یہ استغفار ہے جو اس کے لئے متکبر ہونے کا کوئی دور کا امکان بھی باقی نہیں رہنے دیتا۔ پس عام انسان جب گناہ کو اس طرح دیکھے اور اس سے بچنے کے لئے ویسی کوشش کرے جیسے انبیاءؑ کرتے ہیں تو یہی وہ سچی توبہ ہے جو انسان کو انکسار سکھاتی ہے اور بلندیاں

بھی عطا کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اور مضمون پر حیرت انگیز روشنی ڈالتے ہیں جو حدیث میں آیا ہے اور جس سے عموماً لوگ ناواقفیت کی وجہ سے غلط نتیجہ نکالتے اور نیکی اختیار کرنے کی بجائے بدیوں پر جرأت کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ خدا کے بعض بندے ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اعمل ماشئت فقد غفرت لک** کہ اے میرے بندے جو چاہے کرتا پھر، میں نے تجھے بخش دیا ہے۔(صحیح مسلم ،کتاب التوبة ، باب قبول التوبة من الذنوب و أن تكررت الذنوب و التوبة)

کئی ایسے علماء بھی جو اپنی دانست میں بڑے بڑے عالم ہوتے ہیں اس حدیث سے یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو ہر گناہ کی چھٹی دے بیٹھتا ہے اور فرماتا ہے کہ اب تم آزاد ہو میں نے تمہیں بخش دیا ہے اب ساری زندگی گناہوں میں ملوث رہو، ڈوبے رہو، غرق ہو جاؤ، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں اور تمہیں بھی کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہئے کیونکہ میں تمہیں بخش چکا ہوں۔ یہ مضمون بالکل غلط اور جھوٹا ہے جو اس طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

”۔۔۔جب انسان بار بار رو رو کر اللہ سے بخشش چاہتا ہے تو آخر کار خدا کہہ دیتا ہے کہ ہم نے تجھے بخش دیا اب تیرا جو جی چاہے سو کر۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کے دل کو بدل دیا اور اب گناہ اسے بالطبع بُرا معلوم ہوگا۔۔۔“

فرمایا جب اللہ کہتا ہے کہ میں نے بخش دیا ہے تو اسے بخشتا ہے جسے بخشنے کی پہلے اسے اہلیت عطا کر دیتا ہے۔ بخشا اس کو ہے جو گناہوں سے پاک ہو چکا ہو، جسے وہ خود گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔ اس لئے بخشش کا یہ مطلب نہیں کہ گناہوں میں ملوث رکھتے ہوئے کہتا ہے میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ پہلے اس کا دل گناہوں سے دھو دیتا ہے اور پھر فرماتا ہے کہ میں نے تجھے بخش دیا ہے۔ اب جو چاہے کر یعنی سوائے اس کے اب تو کچھ نہیں کرے گا جو میری رضا ہوگی۔ اب میں نے تیرے دل کی کایا پلٹ دی ہے۔ یہ بخشش کا مضمون ہے جو ایک عارف باللہ کے سوا کسی دوسرے کے دل پر روشن نہیں ہو سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا نشان مانگنے والوں کو میں یہ کہتا ہوں کہ اگر وہ اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹیاں اتار کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام پڑھیں تو

بعض دفعہ ایک فقرے کا ایک حصہ ہی بلا شبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو روز روشن کی طرح ثابت کرنے کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔اب یہ مضمون جو ہے وہ کسی گنہگار کے دل پر نہیں اتر سکتا۔ناممکن ہے ایک ایسا شخص جو خدا سے دور ہو وہ آنحضور ﷺ کے اس ارشاد کے یہ معنی پالے۔کوئی بہت ہی جاہل اور فطرتی طور پر پیدائشی اندھا ہوگا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس کلام کو پڑھ کر یہ نتیجہ نکالے کہ اتنا عارفانہ مضمون ایک خدا اور نبیؐ سے دور انسان کے دل پر روشن ہو گیا۔فرماتے ہیں:

''۔۔۔اب گناہ اسے بالطبع بُرا معلوم ہوگا جیسے بھیڑ کو میلا کھاتے دیکھ کر کوئی دوسرا حرص نہیں کرتا کہ وہ بھی کھاوے۔۔۔''

فرمایا بھیڑ جب گندگی پر منہ مارتی ہے تو وہ شخص جس کے دل کو خدا تعالیٰ نے پاک کیا ہو یعنی انسانی صفات حسنہ اس کو عطا کی گئی ہوں کیا تم سوچ سکتے ہو کہ بھیڑ گند پر منہ مارے اور کسی انسان کا سخت دل چاہے کہ میں بھی کھاؤں اسی طرح جو گند بھیڑ کھا رہی ہے میں بھی اسی پر منہ ماروں۔

''۔۔۔مسلمانوں کو خنزیر کے گوشت سے بالطبع کراہت ہے حالانکہ اور دوسرے ہزاروں کام کرتے ہیں جو حرام اور منع ہیں تو اس میں حکمت یہی ہے کہ ایک نمونہ کراہت کا رکھ دیا ہے اور سمجھا دیا ہے کہ اسی طرح انسان کو گناہ سے نفرت ہو جاوے۔۔۔''

پس وہ شخص جسے خدا فرماتا ہے کہ میں نے تجھے بخش دیا اب جو چاہے کرتا پھر، مراد یہ ہے کہ اب مجھے تجھ پر کامل یقین ہے اب میں تیری ڈور ڈھیلی چھوڑتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ جسے میں نے بخش دیا ہو وہ کبھی گناہ کی طرف کسی غفلت کی نظر سے بھی نہیں دیکھے گا، معمولی نگاہ سے بھی گناہ کو چاہت اور پیار سے نہیں دیکھے گا بلکہ جب دیکھے گا نفرت سے دیکھے گا، جب دیکھے گا کراہت کے ساتھ دیکھے گا۔پس وہ کھلی چھٹی یہ ظاہر کر رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں پر جو بخش دئے گئے ہوں کامل اعتماد کا اظہار کیا جاتا ہے اور مرتے دم تک وہ اس اعتماد کو ٹھیس نہیں لگاتے اور یہی بقاء کا مضمون ہے۔اس دنیا میں رہتے ہوئے وہ عالم بقاء میں چلے جاتے ہیں۔اس دنیا میں رہتے ہوئے وہ جنت کی زندگی پالیتے ہیں۔جس طرح جنت میں گناہ کا کوئی تصور نہیں جب یہ کیفیت انسان کو اس دنیا

میں نصیب ہو جائے تو یقیناً اور بلا شبہ اس دنیا ہی میں جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ حدیث اس مضمون کا ذکر فرما رہی ہے۔ **اعمل ماشئت فقد غفرت لک** کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے میں تجھے بخش چکا ہوں اب تو جو چاہے کرے تو ہمیشہ میری رضا کی باتیں کرے گا، میرے پیارے کو جیتنے والی باتیں کرے گا اور گناہ کی طرف تیرا میلان اختیار کرنا ناممکن ہو چکا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کثرت گناہ کی وجہ سے دعا میں کوتاہی نہ ہو۔ فرماتے ہیں بعض دفعہ انسان اس خیال سے کہ میرے گناہ بہت بڑھ گئے ہیں دعا میں بھی کوتاہی کرتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ اب کہاں بخشا جاؤں گا۔ اب تو معاملہ حد اختیار سے آگے نکل ہو چکا ہے۔ اتنے گناہوں کو اب کون بخشے گا تو فرمایا یہ بھی جرم ہے۔ کثرت گناہ کی وجہ سے دعا میں کوتاہی نہ ہو،

> ”۔۔۔گناہ کرنے والا اپنے گناہوں کی کثرت وغیرہ کا خیال کر کے دعا سے ہرگز باز نہ رہے۔ دعا تریاق ہے۔ آخر دعاؤں سے دیکھ لے گا کہ گناہ اسے کیسا برا لگنے لگا۔۔۔“

پس گناہ سے بچنے کا طریق بھی دعائیں ہی ہیں جو فضل الٰہی کو کھینچتی ہیں اور بخشش کا مضمون صرف خدا سے تعلق رکھتا ہے۔ پس وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ گناہ چھوڑ دیں اور گناہوں کی دنیا سے ہجرت کر کے روحانی دنیا کی طرف چلے جائیں ان کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ پیغام ہے کہ تمہارے گناہ کتنے بھی بڑھ چکے ہوں ایک ہی راہ ہے تمہاری ہجرت کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو وہ تمہیں بدی کی دنیا سے نیکی کی دنیا کی طرف ہجرت کی توفیق عطا فرمائے۔ فرماتے ہیں:

> ”۔۔۔جو لوگ معاصی میں ڈوب کر (یعنی گناہوں میں غرق ہونے کے بعد) دعا کی قبولیت سے مایوس رہتے ہیں اور توبہ کی طرف رجوع نہیں کرتے، آخر وہ انبیاءؑ اور ان کی تاثیرات کے منکر ہو جاتے ہیں۔۔۔“

فرماتے ہیں یہ جو مایوسی ہے ایک بہت بڑا گناہ ہے جو دراصل انسان سے اس کا سارا دین چھین لیتا ہے۔ وہ لوگ جو گناہوں میں پڑ کر سمجھتے ہیں کہ اب تو ہم ڈوب گئے اور اب تو دعا بھی ہمیں نہیں بچا سکتی بالآخر وہ انبیاءؑ کے بھی منکر ہو جاتے ہیں اور ایمان کے ہر پہلو سے وہ منہ پھیر کر کفر کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

”۔۔۔ یہ توبہ کی حقیقت ہے جو اوپر بیان ہوئی اور یہ بیعت کی جز کیوں ہے؟ (فرمایا) تو بات یہ ہے کہ انسان غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ جب وہ بیعت کرتا ہے اور ایسے کے ہاتھ پر جسے اللہ تعالیٰ نے وہ تبدیلی بخشی ہو تو جیسے درخت میں پیوند لگانے سے خاصیت بدل جاتی ہے اسی طرح سے اس پیوند سے بھی اس میں فیوض اور انوار آنے لگتے ہیں جو اس تبدیلی یافتہ انسان میں ہوتے ہیں۔۔۔“

اب دیکھیں بیعت کا مضمون اپنی ذات میں خوب کھول کر یہ بیان کر کے کہ یہ بیعت جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان وہی خدا کے ہاتھ مقبول ہوتا ہے جو اپنی جان بھی بیچ دے، اپنے مال بھی بیچ دے، اپنا سب کچھ خدا کے ہاتھ پر بیچ دے اس بات کا اقرار پھر وہ بیعت کے ذریعے کرتا ہے اور بیعت انسان کے ہاتھ پر کی جاتی ہے اور یہ بیعت جو ہے اس کا بہت ہی باریک اور لطیف مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ بیان فرماتے ہیں کہ جس کے ہاتھ پر تم بیعت کرتے ہو اس کی اپنی تاثیرات کا بھی تمہاری بیعت سے ایک گہرا تعلق ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ایک اور بات تھی اور باوجود اس کے کہ حضرت ابوبکرؓ آپ کے سچے برحق اور صدیق خلیفہ تھے پھر بھی وہ بیعت جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر کی گئی وہ اور بیعت تھی اور جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر کی گئی وہ اور بیعت تھی۔

پس خلافت کی بیعت کو جو حضرت رسول اللہ ﷺ کی اپنی خلافت تھی وہ بیعت نہیں قرار دیا جس بیعت کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے، جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر کی جانے والی بیعت تھی اور یہ فرق کیوں ہے جبکہ عہد بیعت ایک ہے۔ عہد بیعت دونوں جگہ برابر ہے۔ دونوں جگہ یہ عہد باندھا جارہا ہے خدا سے کہ اے ہمارے آقا ہم نے وہ سب جانیں جو تو نے عطا فرمائیں اپنی، اپنے عزیز واقارب کی تیرے حضور پیش کردی ہیں، اب یہ ہماری نہیں رہیں۔ وہ تمام اموال، وہ تمام نعمتیں جو تو نے ہمیں عطا فرمائیں اب ہم یہ تیرے حضور پیش کرتے ہیں تا کہ ہماری جان بخشی جائے۔ اس عہد بیعت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہی وہ عہد بیعت ہے جو نبیوں کے ہاتھ پر لیا جاتا ہے، یہی وہ عہد بیعت ہے جو خلفاء کے ہاتھ پر لیا جاتا ہے لیکن فرق ایک ہے۔ وہ فرق کیا ہے؟ حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’۔۔۔جب وہ بیعت کرتا ہے اور ایسے کے ہاتھ پر جسے اللہ تعالیٰ نے وہ تبدیلی بخشی ہو تو جیسے درخت میں پیوند لگانے سے خاصیت بدل جاتی ہے اسی طرح سے اس پیوند سے بھی اس میں وہ فیوض اور انوار آنے لگتے ہیں جو اس تبدیلی یافتہ انسان میں ہوتے ہیں بشرطیکہ اس کے ساتھ سچا تعلق ہو، خشک شاخ کی طرح نہ ہو۔۔۔‘‘

اب ایک اور عظیم الشان مضمون ہے جو آپؑ نے ہم پر کھول دیا۔ اب آپ دیکھیں درختوں کے ساتھ بھی تو پیوند کیا جاتا ہے۔ آموں کے ساتھ آموں کا پیوند کیا جاتا ہے۔ مگر اس پیوند میں مماثلت ضروری ہے اور طبیعت کا میلان ایک جیسا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ پھل دار درختوں میں سے ہر درخت کا ہر دوسرے درخت سے پیوند ہو ہی نہیں سکتا۔ بعض پھل دار درختوں کا بعض پھل دار درختوں سے پیوند ہوتا ہے اور اکثر سے نہیں ہوتا۔ تو اس لئے پہلی بات جو سمجھنے کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ جب تم بیعت کا ارادہ کرتے ہو تو خدا تعالیٰ نے ایک انسان کو تمہاری بیعت لینے کا ذریعہ بنایا ہے اس سے تمہاری فطرت کو پیوند ہونا چاہئے۔ وہ اگر فطرت کا پیوند ہوگا تو پھر اس شخص سے جس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہو تمہاری طرف فیوض جاری ہوں گے اور جتنا خالص پیوند ہوگا اتنا ہی تمہارا وجود اس شخص کے رنگ اختیار کرلے گا جس کے ہاتھ پر تم بیعت کرتے ہو اور اس بیعت میں خشکی نہیں ہونی چاہئے کیونکہ خشک لکڑی کا پیوند ایک سرسبز درخت سے نہیں ہوسکتا یا ایک سرسبز درخت کی خشک شاخ سے اگر کوئی تر و تازہ شاخ بھی باندھ دی جائے تو وہ پیوند نہیں ہوسکے گا تو دونوں طرف زندگی کی علامتیں ہونا ضروری ہیں۔ جس کی بیعت کی جاتی ہے وہ بھی ایک زندہ شعور کے ساتھ اور دعاؤں کے ساتھ تمہاری بیعت لے رہا ہو اور تم بھی ایک زندہ شعور اور دعاؤں کے ساتھ اس کی بیعت کررہے ہو اور جانتے ہو کہ اب ایک نیا پیوند ہے جس کی بناء پر ہماری صفات میں تبدیلی پیدا کی جائے گی۔ فرماتے ہیں یہ تبدیلی ضروری ہوتی ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ سچا تعلق ہو یعنی بیعت میں صرف ایک خشک رسمی الفاظ کا دہرانا نہیں ہے اگر خشک لفظی الفاظ دوہرا کر تم بیعت کرو گے تو ایسا ہی ہوگا جیسے خشک شاخ کو ایک سرسبز شاخ سے باندھ دیا گیا ہو وہ ہزاروں سال بھی بندھی رہے تو سرسبز شاخوں کی

تروتازگی تو حاصل نہیں کر سکے گی۔ پس ذاتی خلوص کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں بیعت کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

''۔۔۔جس قدر یہ نسبت ہوگی اسی قدر فائدہ ہوگا۔۔۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ:2 تا 3)

اب دیکھیں یہ مضمون کتنا وسیع ہو گیا ہے اور کتنی اس میں عظمت آ گئی ہے۔ایک چھوٹی سی بات جو عام انسان کے لئے مسئلہ بنی رہتی ہے اور بعض دفعہ عمر بھر کی دانشوری بھی اس بات کا حل نہیں دے سکتی۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو دیکھیں کیسی وضاحت کے ساتھ کھول دیا ہے روز روشن کی طرح روشن کر دیا ہے بیعت کے الفاظ وہی ہیں جو قرآن نے بیان فرمائے ،عہد بیعت کا مضمون وہی ہے جو قرآن نے بیان فرمایا لیکن کس کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہو یہ مضمون ہے جو بیعت کے الفاظ میں ایک نئی زندگی اور ایک نئی عظمت پیدا کر دیتا ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے ہاتھ پر جو بیعت کی گئی پھر ویسی بیعت کبھی نہیں ہوئی ہاں اس دور میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تو چونکہ آپؑ نے اپنی ذات کو کامل طور پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں کھو دیا تھا اور اپنا کچھ بھی باقی نہیں رکھا تھا اس لئے آپ کی بیعت اگر محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت قرار دی جاسکتی ہے تو یہی وہ بیعت ہے جس کو اس دور میں پھر دہرایا گیا ہے مگر ذاتی طور پر نہیں آنحضرت ﷺ کے عشق کامل کے لحاظ سے اپنے سارے وجود کو کھو دینے کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فیض عطا کیا گیا۔آگے جتنی بھی بیعتیں ہیں، ہوئی ہیں یا ہوں گی ان میں عہد بیعت وہی رہے گا مگر درجہ بدرجہ اس کا تعلق اس کی ذات سے ضرور رہے گا جس نے بیعت لی ہے۔اگر خدا کے حضور اس کا ایک خلوص اور تقویٰ کا مقام مسلم ہے تو ہر بیعت کرنے والے کے اندر اسی قدر خلوص اور تقویٰ سرایت کرے گا اور بیعت کرنے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے حال کو درست کرتا رہے اور درست رکھے جہاں تک اس کا بس چلے جہاں تک زور لگ سکتا ہے دعاؤں کے ذریعے اور مسلسل کوشش کے ذریعے اپنا حال بہتر بناتا رہے کیونکہ اس کے ساتھ بہت سی زندگیوں کا انحصار ہے۔بہت سے اور وجود ہیں جنہوں نے اس سے مل کر زندہ ہونا ہے۔اگر وہ اپنی زندگی سے ہی غافل ہو گیا تو دوسروں کی زندگی کے کیا سامان

کرے گا۔ یہ ایک اور پہلو اس مضمون سے نکلتا ہے جو بہت ہی گہرا اور بہت ہی دل دہلا دینے والا پہلو ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک لڑکا جو بارش ہو رہی تھی، پھسلن تھی بے دھڑک اس میں دوڑا اچلا جا رہا تھا۔ آپ نے اس بچے کو آواز دی اور فرمایا میاں احتیاط سے، پھسلن ہے، کہیں گر نہ جانا۔ وہ بچہ حیرت انگیز طور پر ذہین تھا اس نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کی طرف دیکھا، اس نے کہا امام صاحب! میں گرا تو میں ہی گروں گا آپ احتیاط سے قدم رکھیں کیونکہ آپ گرے تو ایک زمانہ گر جائے گا، آپ کے ساتھ بہت سی زندگیاں وابستہ ہیں۔ کتنا حیرت انگیز مضمون ہے جو اس لڑکے نے اپنی حاضر جوابی کے نتیجہ میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کے سامنے رکھ دیا اور ہمیشہ وہ اس سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مضمون بیان فرمایا ہے یہ بہت ہی وسیع ہے اس کا ایک پہلو یہ ہے۔ مگر جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے کھولا ہے بہت ہی وسعت رکھنے والا مضمون ہے۔ جو مسائل بڑے بڑے دانشوروں سے حل نہیں ہو سکے کہ بیعت اگر ایک ہی ہے تو پھر فرق کیوں پڑتے ہیں۔ بیعت اگر ایک ہی ہے تو نبی کی بیعت اور کیوں ہے، خلیفہ کی بیعت اور کیوں ہے، ایک خلیفہ کی بیعت کیوں اور ہے دوسرے کی کیوں اور ہے، مجدد کی بیعت ایک اور رنگ کیوں رکھتی ہے۔ یہ سارے مسائل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مختصر تحریر میں کھول دئے اور ایک اور مضمون ہم پر یہ روشن کر دیا ہے کہ تم اگر بیعت سے استفادہ نہیں کرتے لازم نہیں کہ قصور اس کا ہے جس کے ہاتھ پر تم نے بیعت کی ہے کیونکہ اگر تم نے اپنا پیوند صحیح نہ باندھا، اگر سچائی اور خلوص کے ساتھ بیعت نہ کی اگر تم اس عہد بیعت پر کامل خلوص اور وفا سے قائم نہ رہے اور جس کی بیعت کر رہے ہو اس سے پیار اور محبت کا سچا گہرا تعلق نہ رکھا تو پھر وہ بیعت تمہیں فائدہ نہ دے گی بلکہ پیوند ہونے کے باوجود وہ صفات تم میں سرایت نہیں کریں گی۔

جہاں تک درجہ بدرجہ صلاحیتوں کا مضمون ہے یہ تو ایک ایسا مضمون ہے جس میں کوئی بھی ایسی لکیر نہیں کھینچی جاسکتی کہ جس سے یہ کہا جائے کہ اس مقام پر آ کر کوئی بیعت لینے والا بیعت لینا چھوڑ دے کیونکہ اس کا وہ مرتبہ نہیں جو پہلوں کا مرتبہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے ایک منافقانہ حالت میں کہا کہ لوگ جو محمد رسول اللہ ﷺ کی بیعت کرتے تھے ان کے اندر تو یہ یہ

باتیں تھیں جو آپ کی بیعت کر رہے ہیں ان میں وہ باتیں نہیں ہیں۔آپ نے فرمایا کہ جو وہ بیعت کرنے والے تھے وہ اور تھے اور جو میری بیعت کرنے والے ہیں وہ اور ہیں اس پر تو غور کرو۔تو ہر بیعت کرنے والے کا اپنا مقام اور مرتبہ بھی ایک ہے،اس کا اپنا اخلاص بھی ہے۔پس لازم نہیں کہ جس کی بیعت کی جائے اسی کا قصور ہو کہ تم بیعت تو کرتے ہو مگر فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔تمہارا بھی قصور ممکن ہے۔ممکن ہے تم نے پورے خلوص کے ساتھ اپنی سرسبز شاخوں کو اس کے ساتھ پیوند کے لئے آگے نہیں بڑھایا بلکہ ایک خشک ہاتھ بڑھایا ہے گویا خشک ٹہنی کا پیوند اس سے کر دیا۔

پس یہ بہت ہی وسعت والا مضمون ہے اور یہی حقیقی ہجرت ہے۔روحانی ہجرت کی اس سے بہتر تمثیل ممکن نہیں کیونکہ جب آپ آم کے ایک پودے کو اکھیڑتے ہیں ایک جگہ سے خواہ اس کی کیسی ہی بدصفات کیوں نہ ہوں جب اس کو زمین سے اکھیڑتے ہیں اور اس کی شاخ کو کسی ایسے سرسبز آم کی شاخ سے پیوند کر دیتے ہیں جو آم تو ہے لیکن مختلف صفات کا آم ہے،اعلیٰ درجے کی صفات کا آم ہے تو اس سے جو آم پیدا ہوتے ہیں وہ وہی مزہ رکھتے ہیں،وہی رنگ و بو رکھتے ہیں جو اس آم کے ہیں جس کے ساتھ پیوند کیا گیا بشرطیکہ وہ شاخ جو کاٹی گئی تھی یا جو پودا اکھیڑ کر دوسری جگہ لے جایا گیا تھا اس کے اندر خلوص نیت ہو یعنی مالی نے خلوص نیت کے ساتھ،احتیاط کے تقاضے پورے کرتے ہوئے یہ پیوند کیا ہو۔اگر ایسا ہو تو پھر لازماً وہ صفات تبدیل ہو جاتی ہیں اور نئی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔اب آموں کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ہمارے قادیان کے باغ میں جو حضرت مصلح موعودؓ نے اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے شوق سے لگوایا تھا اس میں ایک سوسترہ یا اس سے کچھ زائد قسمیں تھیں اور ساری پیوند تھی۔اگر کوئی یہ کہے کہ میرا پیوند جب تک ''خاص الخاص''یا ''ثمر بہشت'' سے نہ ہو ویسے ہی ٹھیک ہوں تو اس کی بڑی جہالت ہوگی۔اس لئے اگر آج کوئی یہ کہے کہ پہلے خلفاء نہیں رہے جن کے تقدس اور علو مرتبت کا یہ حال تھا اس لئے ہمیں اس خلیفہ کی بیعت کی کیا ضرورت ہے تو ویسا ہی جاہل ہوگا کیونکہ خلفاء آپس میں،مرتبہ میں ویسی ہی کمی بیشی رکھتے ہیں جیسے انبیاء خدا کے نزدیک کمی بیشی رکھتے ہیں۔فرمایا تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (البقرہ:254) یہ وہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض دوسروں پر فضیلت بخشی ہے۔پس کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ پہلے رسول ابراہیمؑ کو تو یہ عظمت تھی اس لئے اس کی بیعت کی گئی،اب

میں داؤدؑ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کروں گا، اب میں اسماعیلؑ کے ہاتھ بیعت نہیں کروں گا، اب میں سلیمانؑ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کروں گا، یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ وقت کے لحاظ سے جو تمہیں نصیب ہے وہ خلافت ہے اور خلافت اگر اپنے آپ کو سنوارنے میں پوری طرح کامیاب نہ بھی ہو سکی ہو اور دعاؤں میں کمی کی وجہ سے یا اپنے نفس کی نگرانی کی وجہ سے اس میں رخنے بھی ہوں تب بھی تمہارے لئے وہی سب سے پاک نمونہ ہے اور اس سے پیوند کے سوا تمہارے لئے چارہ کوئی نہیں ہے۔ اگر اس کے پیوند سے منہ موڑو گے تو دنیا میں کہیں کے بھی نہیں رہو گے۔ ایک ناپاک اکھڑے ہوئے پودے کی طرح تمہاری مثال ہو جائے گی جس کی جڑیں ایک دفعہ اکھڑ جائیں تو نہ وہ مشرق کا رہتا ہے نہ مغرب کا۔ ہوائیں جس طرف چاہیں اسے اکھاڑ کر لے جاتی ہیں۔ پس پیوند لازم ہے اور پیوند بیعت لازم ہے ہاں تمہارا بھی فرض ہے کہ دعائیں کرو کہ جس کے ساتھ پیوند بیعت کرتے ہو اللہ تمہیں پورے اخلاص اور محبت کے ساتھ اس پیوند کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق بخشے اور تمہارا بھی فرض ہے کہ دعائیں کرو اللہ اس کو بھی توفیق بخشے کہ وہ خدا کی نظر میں جو اس سے تقاضے کئے جاتے ہیں وہ ان کو پورا کرنے کی توفیق پائے اور اللہ تعالیٰ دن بدن اس کی حالت بہتر کرتا چلا جائے کیونکہ جب اس کی حالت بہتر ہوگی تو تمہاری بھی حالت بہتر ہوگی۔

پس بیعت کر کے عناد اور دشمنی اور طعن وتشنیع کا تعلق جو ہے اس عہد بیعت کو فسخ کر دیتا ہے۔ بیعت کے بعد تمہارا بھی فرض ہے اور اس شخص کا بھی فرض ہے جس کی تم بیعت کرتے ہو کہ مسلسل دعاؤں کے ذریعے یہ توفیق مانگتا رہے کہ اللہ تعالیٰ سچی توبہ کی توفیق عطا کرے، ایسی مغفرت کی توفیق عطا فرمائے جس کا دوسرا نام ہجرت ہے، جس کے بعد گناہوں کی ادنیٰ زندگی کی طرف لوٹنے کا دھیان تک دل میں کبھی نہ آئے۔ ہمیشہ کے لئے وہ دھیان وہ تعلق دلوں سے لوٹ کر ایسا نابود ہو جائے جیسا کبھی تھا ہی نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو ہم یقین کرتے ہیں کہ آپ کو ایک صدیقیت کا مقام حاصل تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی ہے اس میں یہی ہجرت کا مضمون ہے جو ظاہری طور پر بھی ہوئی اور روحانی لحاظ سے بھی ایسی کامل ہوئی کہ جس کی مثال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تحریر میں ہمیں ملتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیعت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خیال یہ تھا کہ چند دن ٹھہریں گے، استفادہ کریں گے اور پھر واپس چلے جائیں گے۔اس نیت سے آئے کہ گھر بنا رہے تھے وہ ابھی تکمیل کے مراحل کو نہیں پہنچا تھا، دیواریں کچھ کھڑی تھیں، کچھ ابھی بنی نہیں تھیں، کچھ چھتیں پڑ گئیں، کچھ نہیں پڑی تھیں اور ابھی بہت سے کام تھے جو ادھورے چھوڑ آئے تھے۔اس نیت سے آئے کہ میں امام سے فیض حاصل کر کے واپس جاؤں گا اور پھر آؤں گا اور پھر جاؤں گا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب اجازت مانگتے تھے تو حضور فرماتے تھے کچھ دیر ابھی اور ٹھہریں، پھر کچھ عرصے کے بعد اجازت مانگتے تھے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے ابھی کچھ دیر اور ٹھہریں۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اپنے گھر پیغام بھجوا دیں کہ آپ نے اپنا یہ وطن بنا لیا ہے آپ یہیں کے ہو گئے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کے سوال کے جواب میں یہ بیان فرمایا وہ دن اور آج کا دن یعنی موت تک، آخری وقت تک مجھے اس گھر، اس وطن کا خیال تک دل میں نہیں آیا۔کوئی دل میں اشارۃً بھی یہ حسرت پیدا نہیں ہوئی کہ وہ مکان جس کو میں بنا رہا تھا میں اسے مکمل تو کروالوں، کبھی دل میں یہ واہمہ تک نہیں گزرا کہ کاش میں دیکھ تو لوں کہ وہ کیا چیز تھی اور اب بن کے کیسا لگتا ہے۔فرماتے ہیں وہ تو مٹ گئیں چیزیں، وہ ساری یادیں محو ہو گئیں گویا موت کے بعد انسان ایک نئی دنیا میں آ پہنچا ہے۔یہ وہ ہجرت ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مقبول توبہ قرار دیتے ہیں، یہی وہ عہد بیعت ہے جس کی طرف قرآن ہمیں بلاتا ہے۔

پس جب آپ کو خدا تعالیٰ نے خلافت کی نعمت عطا فرمائی تو اپنے عہد بیعت کو پورے خلوص اور سچائی کے ساتھ قائم رکھیں اور محبت اور دل کی گہرائی کے تعلق سے یہ تعلق باندھیں اور اس کی حفاظت پر مامور ہو جائیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اگر تمہیں اپنی کسی چیز کی قدر نہ ہو تو تم اٹھا کے گھر کے ایک کونے میں پھینک دیتے ہو مگر جو سب سے زیادہ قیمتی چیز ہو دیکھو کتنی کتنی حفاظت کے سامان تم نہیں کرتے، کیسا کیسا خیال کرتے ہو کہ اس طرف سے بھی خطرہ ہے، اس طرف سے بھی خطرہ ہے۔ہر خطرے کی راہ بند کرنے کی کوشش کرتے ہو۔پس یہ عہد بیعت ہے جو سب عزیز چیزوں سے عزیز تر ہے یہ اگر مقبول ہو جائے تو تمہاری اس دنیا کی زندگی بھی مقبول ہے اور تمہاری زندگی یعنی اس دنیا کی زندگی بھی مقبول الٰہی ہو گی اور اس سے بہتر اور کوئی سودا نہیں ہے۔

پس اے پاکستان سے ہجرت کرنے والو! تم جہاں کہیں بھی ہو خواہ جرمنی میں ہو یا فرانس میں یا ہالینڈ یا پولینڈ یا امریکہ یا افریقہ یا دوسرے ممالک میں ہو یاد رکھو ایک ہجرت تو ہوگئی اور اس ہجرت سے جو خدا نے وعدے فرمائے تھے پورے کر دئے۔ تم نے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا کہ اس ہجرت کے نتیجے میں تمہیں تنگیاں نہیں بلکہ وسعتیں عطا کی گئی ہیں اور خدا نے ایک بھی وعدہ نہیں جو ٹال دیا ہو، ہر وعدہ ہجرت کی برکتوں کا تمہارے ساتھ پورا کر دیا۔ پس اب پوری مستعدی کے ساتھ، کامل خلوص کے ساتھ وہ ہجرت کرو جو ہجرت بدیوں کے ملک سے نیکیوں کے ملک کی طرف ہجرت ہوا کرتی ہے لیکن یہ وہ ہجرت ہے جس کے بعد لوٹ کر جانا نہیں ہے، جس کے بعد مڑ کر دیکھنا نہیں ہے کہ کن لوگوں، کن بدلوگوں سے ہم نے نجات پائی ہے، کن دوستوں کو چھوڑا ہے، کن تعلقات سے روگردانی کی ہے، کن عزیز آرام گاہوں کو ہم ترک کر کے آئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی مثال میں نے اسی لئے پیش کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی اس تحریر کے عین مطابق یہ مثال ہے کہ جب چھوڑتے ہو تو بالکل چھوڑ جاؤ اور بھول جاؤ کہ تم کہاں رہا کرتے تھے، کس دنیا میں بستے تھے۔ وہ سب آرام تج کر دو اور ایک نئی زندگی میں داخل ہو جاؤ اور یاد رکھو کہ جس خدا نے دنیوی ہجرت کے نتیجہ میں اپنے کئے گئے وعدے تمہاری توقعات سے بھی بڑھ کر پورے فرمائے وہ تمہاری روحانی ہجرت کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ تم پر موت نہیں آئے گی جب تک تمہارا دل تسکین سے نہ بھر جائے جب تک وہ سب لذتیں سینکڑوں گنا زیادہ تمہیں عطا نہ کی جائیں جن لذتوں کو خدا کی خاطر تم نے چھوڑا ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ ہجرت آپ کریں تو سب دنیا آپ کے ساتھ ہجرت پر تیار ہوگی۔ یہی وہ ہجرت ہے جو انسانی زندگی کا آخری مقصد ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین